معاملے میں اسلامی استدلال جمع کر دیا جائے تو اس سے کیا حاصل ہوگا جب کہ بالفاظ پروفیسر اسد اللہ بھٹو، باقی تمام معاملات میں لوگوں نے اور حکومت نے "اپنے آپ کو اسلام کے حوالے نہ کیا؟" اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ پورا ملک اور پوری ریاست اور قوم اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی کو اسلام کے حوالے کر کے وہ ماحول پیدا کرے جس کی تصویر آپ نے کتاب و سنت کے حوالوں اور قرون اولیٰ کی مثالوں اور علما کی تحقیقات سے کھینچی ہے۔ یہ بڑا کام اگر نہ ہو تو پھر آپ گندے تالاب میں کنول اگانے کی ضرور کوشش کریں، مگر تالاب کا پانی نہ تو مفید صحت بن سکتا ہے اور نہ پاک۔

یعنی یہاں قضیہ ایک جزیہ میں اسلام سے انحراف کا نہیں، بلکہ عملاً کلی انحراف کا ہے۔ (چند افراد یا مختصر آدمیوں کے استثنیٰ کے ساتھ۔ لہٰذا اصل زور اساسی اور کلی اصلاح و تعمیر پر دینا چاہیے۔ ہر جزئیہ خود بخود درست ہوتا جائے گا۔

فکر و نظر | از جناب پروفیسر اسرار احمد سہاوری۔ ایم اے ایل ایل بی)۔

ناشر: فروغ اکادمی ۱۰۸، پی سٹیلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ۔ سفید کاغذ پر اچھی کتابت و طباعت۔ ۱۶۰ صفحات۔ مجلد مع سر ورق۔ قیمت: ۸/- روپے۔

پروفیسر صاحب کی قابلیتوں کا تذکرہ کیے بغیر، مجھے یہ کہنا ہے کہ پہلے ان سے تعلق خاطر محض ہم قلمی و ہم قدمی کا تھا۔ بعد میں ایک طرف میرے لیے ان کی شفقتوں میں تیزی سے اضافہ ہوتا گیا۔ اور دوسری طرف وہ استادانہ اور مفکرانہ مقام کی بلندیوں کو طے کرتے چلے گئے۔ ظاہر ہے کہ اب ان کی کتاب سے استفادہ تو خیر، اس کے تنقیدی تجزیہ کرنے کی جرأت کہاں باقی ہے۔

محض تعارف کے لیے عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب ان کے ۱۱ علمی و ادبی مقالات کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ قرآن کا نظریۂ ادب ۲۔ مولانا ماہر القادری ۳۔ فلسفۂ انقلاب ۴۔ آداب مراسلہ نگاری ۵۔ موجودہ ادبی رجحانات ۶۔ اصغر گونڈوی خدا کے حضور

۷۔ پاکستانی ادب ۸۔ پاکستان کا غیر نظریاتی ادب ۹۔ جدید علامت نگاری ۱۰۔ حصولِ مسرت ۱۱۔ مولانا مودودی کا طرزِ نگارش۔

اِن عنوانات کو جو اہمیت خدا پرستانہ ذہن کے نگارندوں کی نگاہ میں حاصل ہے اسی سے پروفیسر اسرار صاحب کی تگ و تازِ فکر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پسند اپنی اپنی ہوتی ہے۔ مجھے مولانا ماہر القادری، موجودہ ادبی رجحانات، اصغر گونڈوی خدا کے حضور میں، پاکستانی ادب، جدید علامت نگاری، حصول مسرت، مولانا مودودیؒ کا طرزِ نگارش زیادہ پرکشش تحریریں محسوس ہوئیں۔

صرف ایک بات، ہزار درجے پاسِ ادب و محبت کے ساتھ! "قرآن کا نظریۂ ادب" میں خصوصاً اور بعض دوسری جگہ نظریاتی بحثوں میں کہیں کہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ادب کی بات کو ادبی اصطلاحات، چاہے خدا پرستانہ ادبی فکر کو بیان کرنے کے لئے بالکل نئی اصطلاحات اور اندازِ بیان وضع کرنا پڑے۔ مذہبی رنگ میں اور مذہب کے حوالے سے نہیں لانا چاہیئے بلکہ مذہب کے بھی اونچے جامع تہذیبی تصور اور انسانی فلاح و بہبود کے ایک بڑے سسٹم (جس کے اندر مذہب بھی شامل ہے) کو لے کر چلنا درست ہوگا۔ اس کے لئے بہت سے دوست مختلف اطراف سے کوششیں کر رہے ہیں۔ آگے چل کر اس کا معیار بن جائے گا۔

ایک جگہ "مافوق" کا استعمال دیکھا۔ دو تین مرتبہ یہ لفظ آیا ہے (ص ۱۵) اس کا مفہوم دو چیزوں کے تقابل کے لئے نہیں ہوتا کہ فلاں چیز فلاں چیز سے بالاتر ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص شے یا نقشہ یا واقعہ یا منظر یا قانون کے ساتھ جب مافوق کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ جو جو کچھ بھی "اس" سے بالاتر ہے۔ لفظ "ما" پر توجہ درکار ہے۔ آپ نے جہاں اسے استعمال کیا ہے وہاں برتر یا بالاتر یا بلندتر جیسے الفاظ استعمال ہونے چاہئیں۔ یہ "ماتحت" کی مانند نہیں ہے۔ ماتحت کے معنی اردو میں بالکل بدل گئے ہیں۔ عام سی بات ہے۔ فلاں فلاں کے ماتحت ہے۔

مضامین میں اشعار کا انتخاب مطالعہ کی وسعت کا گواہ ہے۔